ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3912

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیۂ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: مکتوبات ومعاہدات نبوی ﷺ (3912) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: میثاقِ مدینہ میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ (20 نمبر)

سوال نمبر 1: میثاقِ مدینہ میں غیر مسلموں کے حقوق کو کیسے تحفظ دیا گیا؟ مضمون تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تمہید و تعارف

میثاقِ مدینہ کو جب اقلیتی حقوق کے زاویے سے دیکھا جاتا ہے تو یہ دستاویز اپنے دور سے صدیوں آگے نظر آتی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی کی دنیا میں مفتوح یا کمزور مذہبی گروہ کے لیے عام اصول طاقت کا تھا، لیکن مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی ریاست نے اپنے پہلے ہی تحریری دستور میں یہودی شہریوں کے مذہب، جان، مال اور سماجی حیثیت کی ضمانتیں لکھ دیں۔ اس مضمون میں میثاق کے ذریعے غیر مسلموں کو دیے گئے تحفظ کی مختلف صورتیں، یعنی مذہبی آزادی، جان و مال کا تحفظ، سیاسی و سماجی شمولیت، معاشی ذمے داریوں کا تعین اور تنازعات کے تصفیے کا حق، ترتیب سے بیان کی جاتی ہیں، تاکہ یہ واضح ہو کہ یہ تحفے کا اعلان نہیں بلکہ دستاویزی و قانونی نظام تھا۔

مذہبی آزادی کی دستاویزی ضمانت

میثاق کا سب سے نمایاں حق مذہبی آزادی ہے۔ دستاویز میں بنو عوف کے یہود اور دیگر یہودی قبائل کے بارے میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ یہود اپنے دین پر قائم رہیں گے اور مسلمان اپنے دین پر، کسی فریق کو مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کی جڑ قرآن کریم کے اس اعلان میں بھی ہے کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں (سورۃ البقرہ 2:256 کے مفہوم کا خلاصہ)۔ ساتویں صدی کے ماحول میں جہاں مذہبی اختلاف اکثر قتل و جلاوطنی کا سبب بنتا تھا، ریاست کے دستور میں کسی دوسرے مذہب کی بقا کی ضمانت دینا انقلابی قدم تھا۔ اس آزادی میں عبادت کی آزادی، مذہبی رسموں کی ادائیگی اور اپنی اولاد کی مذہبی تربیت شامل سمجھی جاتی ہے، کیونکہ دین پر قائم رہنے کی اجازت کا عملی مفہوم یہی بنتا ہے۔

جان و مال اور عزت کا تحفظ

میثاق نے مدینہ کو تمام فریقوں کے لیے حرم قرار دیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ شہر کے اندر کسی کی جان لینا یا لڑائی جھگڑا ممنوع ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی۔ اس کے علاوہ دستاویز میں یہ عام اصول رکھا گیا کہ کوئی شخص اپنے حلیف کے جرم کی سزا نہیں پائے گا اور مظلوم کی مدد کی جائے گی، جس سے یہودی شہری کو بھی وہی قانونی تحفظ حاصل ہوا جو

مسلمان کو تھا۔ مال کے تحفظ کا پہلو یہ تھا کہ کسی کے مال و اسباب کو اس کی رضامندی کے بغیر چھیننا یا اس پر قبضہ ریاست و معاشرے کی ذمے داری کے خلاف تھا، اور دیت و نقصان کے معاملات میں ہر قبیلہ اپنے افراد کا ذمے دار ٹھہرا کر نظام کو واضح کر دیا گیا۔ یوں غیر مسلم شہری کی جان، مال اور عزت ریاست کی امانت بن گئے۔

سیاسی شمولیت اور مشترکہ شہریت

میثاق نے یہودی قبائل کو ریاست سے باہر کی رعایا نہیں بلکہ نظام کا فریق بنایا۔ بنو عوف کے یہود کو مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت و برادری کا حصہ قرار دیا گیا، جس کا مفہوم محققین یہ بیان کرتے ہیں کہ شہری حقوق و فرائض میں انھیں شمولیت حاصل تھی، اگرچہ دینی شناخت سب کی الگ رہی۔ شہر کے دفاع میں وہ شریک تھے اور ان کی رائے و مشاورت کی گنجائش بھی اسی فریقی حیثیت سے پیدا ہوتی تھی۔ یہ شمولیت جدید اصطلاح میں اس بات سے مِلتی جلتی ہے کہ ریاست کے تمام باشندے، مذہب سے قطع نظر، مشترکہ قومی مفاد میں شریک ہیں۔ اس حیثیت نے یہودی قبائل کو یہ احساس دیا کہ اسلامی ریاست ان کی دشمن نہیں بلکہ ان کے حقوق کی محافظ ہے۔

معاشی ذمے داریوں میں واضح و منصفانہ تقسیم

حقوق کے ساتھ میثاق نے ذمے داریاں بھی شفاف انداز میں لکھیں، جو دراصل تحفظ ہی کی ایک صورت ہے کیونکہ غیر یقینی یا من مانی وصولی اقلیت کے لیے سب سے بڑا ظلم ہوتی ہے۔ دستاویز کے مطابق یہودی اپنے اخراجات کے خود ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے، یعنی کسی پر دوسرے کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ مشترکہ جنگ کی صورت میں دفاعی اخراجات میں شرکت کی صورت بھی باہمی معاہدے سے طے تھی۔ اس تقسیم نے معاشی استحصال کا دروازہ بند کیا اور ہر گروہ کو اپنے وسائل پر اختیار کی ضمانت دی۔ اسی طرح دیت کے معاملات میں ہر قبیلے کی ذمے داری متعین ہونے سے غیر مسلم شہری کسی دوسرے کے جرم کی اجتماعی سزا سے محفوظ رہا۔

تنازعات کے تصفیے اور نصرت کا حق

میثاق میں یہ بھی طے تھا کہ اگر فریقین میں اختلاف پیدا ہو تو معاملہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا، جس سے غیر مسلم شہری کو بھی ایک غیر جانبدار سمجھے جانے والے مرجع تک رسائی حاصل ہوئی۔ اسی طرح دستاویز میں اس بات کی ضمانت شامل تھی کہ ظالم و زیادتی کرنے والے کی حمایت نہیں کی جائے گی اور مظلوم کی مدد ہو گی، خواہ وہ کسی

مذہب سے ہو۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ معاہدے کی پاسداری کی شرط سب پر یکساں لگی: جو فریق معاہدہ توڑے گا وہ خود اس کے نتائج کا ذمے دار ہو گا، جیسا کہ بعد میں ان قبائل کے ساتھ ہوا جنھوں نے غداری کی، لیکن یہ سزا معاہدہ شکنی کی بنیاد پر تھی، مذہبی اختلاف کی بنیاد پر نہیں، اور اس نکتے کو اہلِ علم اپنے اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

جدول: میثاق میں غیر مسلم حقوق کا خلاصہ

تحفظ کی صورت	حق
اپنے دین پر قیام کی دستاویزی ضمانت؛ جبر کی نفی	مذہبی آزادی
مدینہ حرم قرار؛ خون ریزی کی ممانعت	جان کا تحفظ
باہمی ذمے داری کا تعین؛ اجتماعی سزا کی نفی	مال و عزت
ریاست کا فریق و مشترکہ دفاع میں شریک	شہری شمولیت
تنازعات کا واحد مرجع اور مظلوم کی نصرت	انصاف تک رسائی

نتیجہ

حاصلِ مضمون یہ ہے کہ میثاقِ مدینہ میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اعلانات کی سطح پر نہیں بلکہ تحریری دستور، واضح ذمے داریوں اور مشترکہ شہریت کے نظام کی صورت میں کیا گیا۔ مذہبی آزادی، جان و مال کا تحفظ، سیاسی شمولیت، معاشی انصاف اور انصاف تک رسائی، یہ پانچوں ستون مل کر وہ ڈھانچا بناتے ہیں جسے آج کی دنیا اقلیتی حقوق کا چارٹر کہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میثاقِ مدینہ کو بین المذاہب ہم آہنگی اور شہری حقوق کے مطالعے میں آج بھی بنیادی حوالہ سمجھا جاتا ہے۔

سوال نمبر2: غیر مسلموں سے جنگی امداد لینے کا حکم—معاہداتِ نبوی کی روشنی میں (20نمبر)

سوال نمبر2: غیر مسلموں سے جنگی امداد لینے کا حکم معاہداتِ نبوی کی روشنی میں واضح کریں۔(20نمبر)

تمہید وتعارف

غیر مسلموں سے جنگی امداد لینے کا مسئلہ سیرت وفقہ کا ایک نازک اور اہم موضوع ہے۔ بظاہر نبوی دور سے دونوں قسم کی مثالیں ملتی ہیں: کہیں غیر مسلم سے مدد لی گئی اور کہیں مدد کی پیش کش قبول نہیں کی گئی۔ اس سوال کے جواب میں معاہداتِ نبوی اور سیرت کے متعلقہ واقعات کی روشنی میں اس مسئلے کا تعلیمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے: پہلے امداد لینے کی صورتیں، پھر امداد نہ لینے کی مثالیں، اور آخر میں فقہاء کے بیان کردہ اصول وشرائط کا خلاصہ۔ پیشگی وضاحت ضروری ہے کہ یہ مضمون علم ومطالعے کے لیے ہے؛ عصرِ حاضر میں کسی عملی صورت پر شرعی حکم کا اطلاق ریاست اور مستند اہلِ علم کا اختیار ہے، اس گائیڈ سے کوئی فتویٰ اخذ نہ کیا جائے۔

امداد لینے کی مثالیں: معاہداتی حلیفوں کا تعاون

پہلی صورت معاہداتی حلیفوں کے تعاون کی ہے۔ میثاقِ مدینہ کے تحت یہودی قبائل مدینہ کے مشترکہ دفاع میں شریک تھے اور جنگ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ مدافعت اور اخراجات میں شرکت ان کے معاہدے کا حصہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاہدے کے ذریعے طے شدہ دفاعی تعاون فی نفسہ اسلام میں ممنوع نہیں سمجھا گیا، بلکہ ریاستِ مدینہ کا پہلا دستور ہی اس پر قائم ہوا۔ اسی طرح بنو خزاعہ جیسے حلیف قبیلے سے اطلاعات وسفارتی تعاون اور صفوان بن امیہ سے غزوۂ حنین کے موقع پر ہتھیار مستعار لینے کے واقعات سیرت وحدیث کی کتابوں میں آتے ہیں؛ صفوان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور قرض لیے گئے ہتھیار واپسی کی ضمانت کے ساتھ لیے گئے تھے (سنن ابی داؤد وغیرہ میں اس واقعے کے مفاہیم نقل ہوئے ہیں)۔ ہجرت کے سفر میں رہنمائی کے لیے عبداللہ بن اریقط کی خدمات حاصل کرنا بھی اسی اصول کی مثال ہے کہ ضرورت کے وقت غیر مسلم کی ماہرانہ خدمت لینا نبوی عمل سے ثابت ہے، اگرچہ وہ جنگی امداد نہیں تھی۔

امداد نہ لینے کی مثال: بدر کا واقعہ

دوسری طرف غزوۂ بدر کے موقع کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مشرک نے لڑنے کی پیش کش کی تو نبی کریم ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم مشرک کی مدد نہیں لیتے؛ یہ روایت صحیح مسلم میں نقل ہوئی ہے اور اس کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر اس شخص کو بغیر ایمان لائے لشکر میں شامل نہیں کیا گیا (صحیح مسلم، کتاب الجہاد کی روایت کے مفہوم کا خلاصہ)۔ اسی طرح بعض مواقع پر آپ ﷺ نے بعد دی قبائل کی اس امداد کو قبول نہ فرمایا جس کے ساتھ شرائط یا خدشات وابستہ تھے۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ سادہ نہیں؛ کہیں امداد لی گئی اور کہیں انکار ہوا، اس لیے فقہاء نے دونوں قسم کی نصوص کو جمع کر کے اصول وضع کیے ہیں۔

فقہاء کے بیان کردہ اصول و شرائط

اہلِ علم نے نبوی واقعات کے مجموعے سے جو اصول بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ اول: اصل پیمانہ ضرورت اور مصلحت ہے؛ اگر مسلمانوں کو امداد کی حاجت نہ ہو تو غیر مسلم کی جنگی شرکت کو ترجیح نہیں دی جاتی۔ دوم: جس سے امداد لی جائے اس کا قابلِ اعتماد ہونا ضروری ہے، یعنی اس کی طرف سے خیانت یا مسلمانوں کے خلاف استعمال کا خدشہ نہ ہو۔ سوم: کمان و قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے اور غیر مسلم امداد مسلمان نظام کے ماتحت ہو، انہیں مستقل فیصلہ کن حیثیت حاصل نہ ہو۔ چہارم: امداد ایسی نہ ہو جو شریعت کے کسی قطعی اصول سے ٹکرائے یا کسی معاہدے کی خلاف ورزی بن جائے۔ فقہی مکاتب میں اس مسئلے کی تفصیلات میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے؛ بعض نے سخت شرائط رکھی ہیں اور بعض نے ضرورت کے واسع پیمانے کو قبول کیا ہے۔ ان اختلافات کو یہاں تعلیمی طور پر بیان کیا گیا ہے اور کسی ایک رائے کو حتمی فتویٰ کے طور پر پیش نہیں کیا جا رہا۔

معاہداتِ نبوی سے ملنے والی مجموعی راہنمائی

معاہداتِ نبوی کی مجموعی روح یہ بتاتی ہے کہ معاملات کا مدار نیت، ضرورت، معاہدے کی پابندی اور مسلمانوں کی اجتماعی مصلحت پر ہے۔ میثاقِ مدینہ دفاعی تعاون کو معاہدے کی صورت میں جائز نظام دیتا ہے، حدیبیہ یہ سکھاتا ہے کہ خود دشمن سے بھی تحریری سمجھوتا کر کے جنگ کے بجائے تعاون کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے، اور بدر کا واقعہ یہ دکھاتا ہے کہ

جہاں اعتماد و ضرورت کی شرائط نہ ہوں وہاں امداد سے انکار بھی نبوی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ ان سب کو سامنے رکھ کر ہی فقہاء ہر دور کی صورتِ حال کا جائزہ لیتے آئے ہیں۔ عصری بین الاقوامی معاہدات، امن فوجوں یا دفاعی اتحادوں پر ان اصولوں کا اطلاق ایک اجتہادی معاملہ ہے جو اہلِ علم اور ریاستی اداروں کے دائرے میں آتا ہے۔

جدول: واقعات و اصولوں کا خلاصہ

واقعہ / ماخذ	صورت	اخذ شدہ اصول
میثاقِ مدینہ	یہود کے قبائل کی دفاعی شرکت	معاہداتی تعاون کی گنجائش
غزوۂ حنین	صفوان بن امیہ سے ہتھیار مستعار	ضمانت کے ساتھ سامان کی امداد
غزوۂ بدر (صحیح مسلم)	مشرک کی شرکت سے انکار	بے ضرورت و بے اعتماد شرکت کی نفی
ہجرت	غیر مسلم رہنما کی خدمت	ماہرانہ خدمات میں اعتماد کا معیار

USMAN NOTES www.usmannotes.com

ایک مزید وضاحت: امداد کی قسمیں

اس مسئلے کو مزید واضح کرنے کے لیے امداد کی قسموں میں فرق بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ایک امداد افرادی شرکت کی ہے، یعنی غیر مسلم افراد یا لشکر کا براہِ راست لڑائی میں شریک ہونا؛ دوسری امداد سامان و رسد کی ہے، جیسے ہتھیار، سواری یا رسد مستعار لینا؛ اور تیسری امداد خدمات کی ہے، جیسے رہنمائی، ترجمانی یا طب و جاسوسی معلومات جیسی ماہرانہ خدمات۔ فقہی بحث میں ان قسموں کا حکم ایک جیسا نہیں رکھا گیا: خدمات و سامان کے باب میں گنجائش نسبتاً زیادہ بیان کی گئی ہے، جبکہ افرادی جنگی شرکت پر شرائط نسبتاً سخت رکھی گئی ہیں۔ اسی فرق کو سامنے رکھ کر سیرت کے بظاہر مختلف واقعات میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور طالب علم کو یہ سبق ملتا ہے کہ نبوی واقعات کو مجموعی اصولوں کی روشنی میں سمجھا جائے، کسی ایک واقعے کو الگ کر کے کلی حکم نہ بنایا جائے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ معاہداتِ نبوی کی روشنی میں غیر مسلموں سے جنگی امداد کا مسئلہ مطلق اجازت یا مطلق ممانعت کا نہیں بلکہ شرائط و مصالح کے تابع ہے: معاہدے کے تحت دفاعی تعاون کی مثالیں بھی موجود ہیں اور بے ضرورت یا ناقابلِ اعتماد شرکت سے انکار کی بھی۔ فقہاء نے ضرورت، اعتماد، مسلم قیادت اور عدم خیانت کو بنیادی شرائط قرار دیا ہے، البتہ تفصیلات میں آراء کا تنوع پایا جاتا ہے۔ آج کے کسی عملی معاملے میں ان اصولوں کا اطلاق اہلِ علم و مجاز اداروں ہی کا کام ہے۔

سوال نمبر 3: رسول اللہ ﷺ کے تین اہم مکتوبات کا تعارف (20 نمبر)

سوال نمبر 3: رسول اللہ ﷺ کے تین اہم مکتوبات کا تعارف تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تمہید و تعارف

صلح حدیبیہ کے بعد جب جزیرہ نما عرب میں امن کی فضا قائم ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت کو عالمی سطح پر پہنچانے کا اہم قدم اٹھایا اور اپنے دور کے بڑے حکمرانوں کو خطوط روانہ فرمائے۔ یہ سلسلہ 6 ہجری کے اواخر اور 7 ہجری میں جاری ہوا۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں قیصرِ روم ہرقل، کسریٰ خسرو پرویز، مصر کے مقوقس، حبشہ کے نجاشی، بحرین، عمان اور یمامہ کے حکام سمیت متعدد حکمرانوں کی طرف خطوط کا ذکر ملتا ہے۔ سوال میں تین اہم مکتوبات کا تعارف مطلوب ہے، اس لیے یہاں ہرقل، کسریٰ اور مقوقس کی طرف بھیجے گئے خطوط کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ خطوط کے اصل الفاظ کے بارے میں کتبِ سیرت میں روایات مختلف انداز میں نقل ہوئی ہیں، اس لیے یہاں خطوط کے مندرجات کا مفہوم و خلاصہ بیان کیا گیا ہے، لفظی اقتباس پیش نہیں کیا گیا۔



شکل: ان بڑے حکمرانوں کا خاکہ جن کی طرف نبوی مکتوبات روانہ ہوئے (یاد دہانی کے لیے)

مکتوب نمبر 1: قیصر روم ہرقل کی طرف

روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف خط حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے بصریٰ کے حاکم کے واسطے سے بھیجا گیا۔ خط کے مندرجات کا خلاصہ یہ تھا کہ اس میں اللہ کے نام سے آغاز تھا، نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہرقل کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی، سلامتی کی شرط اسلام قبول کرنے سے جوڑی گئی اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر وہ منہ موڑے گا تو اپنی رعایا کے انکار کی ذمے داری بھی اس کے سر ہو گی، نیز اہلِ کتاب کو اس مشترکہ بنیاد کی طرف بلایا گیا تھا جس کا مفہوم قرآن کریم میں بھی بیان ہوا ہے (آل عمران 3:64 کے مفہوم کا خلاصہ)۔ ہرقل نے خط کی تعظیم کی، ابوسفیان سے، جو اس وقت تجارت کے سلسلے میں شام میں تھے، نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوالات کیے اور روایات کے مطابق آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف کیا، البتہ بادشاہت کے خوف سے اسلام قبول نہیں کیا (صحیح بخاری میں اس واقعے کی طویل روایت نقل ہوئی ہے؛ یہاں مفہوم بیان کیا گیا ہے)۔ اس خط کی اہمیت یہ ہے کہ دنیا کی اس وقت کی سب سے بڑی طاقت کے سربراہ تک براہِ راست دعوت پہنچی اور اسلام بین الاقوامی سطح پر متعارف ہوا۔

مکتوب نمبر 2: کسریٰ خسرو پرویز کی طرف

ایران کے بادشاہ کسریٰ خسرو پرویز کی طرف خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ لے کر گئے، جو بحرین کے حاکم کے ذریعے دربار تک پہنچا۔ اس خط کے مندرجات بھی اسی طرز کے تھے: اللہ کے نام سے آغاز، نبی کریم ﷺ کی طرف سے کسریٰ کو توحید و اسلام کی دعوت اور اس تنبیہ کا مفہوم کہ انکار کی صورت میں رعایا کے گناہ کی ذمے

داری حکمران پر ہو گی۔ کسریٰ کا ردِ عمل ہر قل کے برعکس سخت متکبرانہ ہوا؛ روایات کے مطابق اس نے خط کو پھاڑ دیا اور گستاخانہ رویہ اختیار کیا، جس پر نبی کریم ﷺ نے اس کی سلطنت کے پارہ پارہ ہونے کی پیش گوئی فرمائی جو بعد میں اسی طرح پوری ہوئی۔ سیرت نگار اس خط کو اس لیے اہم قرار دیتے ہیں کہ یہ دعوت کی بے خوفی، اصول سے عدم لچک اور اس تاریخی پیشین گوئی سے جڑا ہے جس کا سیاسی منظر کئی برسوں میں دنیا نے کیا، جب ایران کی سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں ختم ہوئی۔

مکتوب نمبر 3: مصر کے مقوقس کی طرف

مصر کے حاکم مقوقس کی طرف خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ اس خط کا لہجہ بھی دعوتی تھا، جس میں اسلام کی دعوت اور سلامتی کا پیغام شامل تھا۔ مقوقس نے خط کا احترام کیا، سفیر کی عزت کی اور اگرچہ خود اسلام قبول نہیں کیا، تاہم اس نے تحائف بھیجے جن میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اور اس نے اپنے جواب میں بھی نرمی اختیار کی۔ مؤرخین اس خط کی اہمیت یہ بیان کرتے ہیں کہ مصر جیسے اہم خطے سے مسلمانوں کے عارضی تعلقات کی بنیاد پڑی، جو بعد میں مصر کی فتح و شمولیت کے لیے اخلاقی و تاریخی پس منظر بن گئی۔ مقوقس کا رویہ یہ بھی دکھاتا ہے کہ نبوی خطوط نے کم از کم دشمنی کے بجائے مکالمے کا راستہ کھولا۔

تینوں مکتوبات کی مشترکہ خصوصیات

تینوں خطوط کا موازنہ کریں تو کئی مشترکہ خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ ہر خط تحریری دعوت تھا جس میں زبانی پیغام کے بجائے دستاویزی انداز اختیار کیا گیا تاکہ بات محفوظ اور قابلِ حوالہ رہے۔ دوسری خصوصیت لہجے کی وقار ہے: کسی خط میں بدتمیزی یا تھدید آمیز انداز نہیں، بلکہ حکمران کے مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت دی گئی۔ تیسری یہ کہ دعوت کا مرکز ایک ہی تھا: اللہ کی وحدانیت، نبی کریم ﷺ کی رسالت اور اس قبولیت میں دنیا و آخرت کی سلامتی۔ چوتھی خصوصیت سفارتی آداب کی ہے: خطوط اہل و تجربہ کار صحابہ کے ہاتھ، مناسب واسطوں کے ذریعے اور نبوی مہر کے ساتھ بھیجے گئے، جس سے اس دور کے سفارتی نظام کی پختگی ظاہر ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ نتائج مختلف ہونے کے باوجود دعوت پہنچانے کا مقصد ہر جگہ پورا ہوا، یہی مکتوباتِ نبوی کا اصل مقصد تھا۔

جدول: تین مکتوبات کا موازنہ

مخاطب	سفیر	ردِ عمل	نتیجہ واہمیت
ہرقل، قیصر روم	حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ	تعظیم و تحقیق؛ اسلام قبول نہ کیا	بڑی طاقت تک دعوت کی اشاعت
کسریٰ، شاہِ ایران	حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ	تکبر و خط پھاڑنا	سلطنت کے زوال کی پیش گوئی پوری ہوئی
مقوقس، حاکمِ مصر	حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	احترام و تحائف؛ اسلام قبول نہ کیا	مصر سے سفارتی تعلق کی بنیاد

نتیجہ

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہرقل، کسریٰ اور مقوقس کی طرف بھیجے گئے مکتوبات نبوی سفارت کاری کے وہ درخشاں ابواب ہیں جنھوں نے اسلام کی دعوت کو جزیرہ نما عرب سے نکال کر عالمی افق تک پہنچا دیا۔ ان خطوط نے حکمرانوں کے مختلف ردِ عمل کے باوجود مکالمے، وقار اور واضح پیغام کی ایسی مثال قائم کی جو آج کے سفارتی خط و کتابت کے لیے بھی راہنما ہے۔ اسی لیے کتبِ سیرت نے ان مکتوبات کو مستقل باب کے طور پر محفوظ رکھا ہے۔

سوال نمبر 4: غیر مسلموں سے تجارتی معاملات — اسلامی نقطۂ نظر (20 نمبر)

سوال نمبر 4: غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی معاملات سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر واضح کریں۔ (20 نمبر)

تمہید و تعارف

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ اسلام غیر مسلموں سے سماجی و معاشی تعلقات محدود رکھتا ہے، حالانکہ تجارت کے باب میں قرآن و سنت اور نبوی عمل کا مطالعہ اس کے برعکس تصویر پیش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بعثت سے پہلے بھی تجارت کی اور مدینہ کے دور میں بھی یہودی و دیگر غیر مسلم تاجروں سے خرید و فروخت، قرض اور رہن کے معاملات ثابت ہیں۔ اس جواب میں اسلامی نقطۂ نظر کے بنیادی اصول، نبوی عملی نمونے، ممنوعہ حدود اور اس نقطۂ نظر کی معاصر اہمیت بیان کی جائے گی، تاکہ واضح ہو کہ اسلام تجارت میں مذہب کی بنیاد پر پابندی نہیں بلکہ حلال و حرام اور دیانت و عدل کی بنیاد پر ضابطہ دیتا ہے۔

بنیادی اصول: تجارت کی عمومی اجازت

قرآن کریم نے تجارت کو اللہ کے جائز کردہ کمائی کے ذرائع میں شمار کیا ہے اور سود سے اس کا فرق واضح کیا ہے؛ تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دینے کا مفہوم سورۃ البقرہ میں بیان ہوا ہے (سورۃ البقرہ 2:275 کے مفہوم کا خلاصہ)۔ اسی طرح نمازِ جمعہ کے بعد زمین میں پھیل کر اللہ کا فضل تلاش کرنے کی ہدایت بھی اسی اصول کی طرف اشارہ کرتی ہے (سورۃ الجمعہ 62:10 کے مفہوم کا خلاصہ)۔ فقہاء نے ان نصوص اور نبوی عمل سے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ خرید و فروخت کا معاملہ کسی بھی بالغ و عاقل انسان سے ہو سکتا ہے، خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو، بشرطیکہ معاملہ شریعت کی حدود کے اندر ہو۔ کسی خاص جدید معاملے کے حکم کے لیے اہلِ علم سے رجوع کرنا چاہیے؛ یہاں عمومی اصول بیان کیے جا رہے ہیں۔

نبوی عملی نمونے

مدینہ کا بازار یہودی و غیر مسلم تاجروں سمیت سب کے لیے کھلا تھا اور مسلمان بھی وہیں خرید و فروخت کرتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں سے غلہ و دیگر اشیا خریدیں اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی زرہ ایک یہودی تاجر کے پاس غلے کے قرض کے عوض رہن رکھی، جو صحیح بخاری سمیت حدیث کی کتابوں میں نقل ہوا واقعہ ہے (اس کا مفہوم یہاں بیان کیا گیا ہے)۔ رہن جیسا حساس معاملہ اسی وقت ممکن ہے جب دوسرے فریق پر اعتماد اور اس کے حق کی ضمانت ہو، اس

سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوی معاشرے میں غیر مسلم سے معاملہ معمول کی بات تھی۔ اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی کاروبار اور نبوی دور کی منڈیوں میں غیر مسلم تاجروں کی شرکت اس ماحول کی عام تاریخ ہے۔

معاملات کے اخلاقی ضوابط

اسلام نے غیر مسلم کے ساتھ تجارت کو چند اخلاقی ضوابط کا پابند کیا ہے جو مسلمان کے ساتھ معاملے میں بھی لاگو ہوتے ہیں۔ پہلا ضابطہ دیانت ہے: ناپ تول میں کمی، عیب چھپانا اور جھوٹی تعریف کر کے مال بیچنا ممنوع ہے۔ دوسرا ضابطہ معاہدے و وعدے کی پاسداری ہے، قیمت و مدت طے ہو تو اس کی پابندی ایمان کا تقاضا ہے۔ تیسرا ضابطہ سود سے اجتناب ہے، کیونکہ سودی معاملہ ہر کسی کے ساتھ حرام ہے۔ چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ مسلمان غیر مسلم کو بھی وہ حرام اشیا فروخت نہیں کرے گا جن کی خرید و فروخت شریعت نے ممنوع رکھی ہے، اس باب کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں اپنے اختلافات سمیت موجود ہے۔ پانچواں ضابطہ حسنِ سلوک ہے، چنانچہ قرض دار کو مہلت دینا اور محتاج پر نرمی کرنا نبوی تعلیمات کا حصہ ہے خواہ قرض دار کسی مذہب کا ہو۔

سماجی و معاشی نتائج

اس آزاد مگر ضابطے میں بندھے تجارتی نقطۂ نظر کے بڑے نتائج نکلے۔ ایک طرف مختلف مذاہب کے تاجر ایک ہی منڈی میں ملے تو تجارت کے ساتھ تہذیبی رابطہ اور اسلام سے واقفیت بھی بڑھی؛ کئی غیر مسلم تاجر مسلمانوں کی دیانت دیکھ کر اسلام کی طرف مائل ہوئے، جس کی مثالیں سیرت و تاریخ میں ملتی ہیں۔ دوسری طرف اسلامی ریاست کو معاشی استحکام ملا، کیونکہ تجارت مذہبی بلاک بندی کا شکار نہ ہوئی۔ تیسرا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان تاجر جہاں گئے وہاں ان کی دیانت ان کی پہچان بنی اور دور دراز کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت میں تاجروں کا کردار علما و سپاہیوں سے کم نہیں رہا۔ یہ اسی اصول کا کرشمہ ہے جس نے تجارت کو دعوت و امن کا ذریعہ بنا دیا۔

جدول: تجارتی معاملات کے اصول

مفہوم	اصول
حلال تجارت ہر انسان سے جائز؛ ممانعت مذہب کی بنیاد پر نہیں	عمومی اجازت
ناپ تول کی پوری ادائیگی؛ عیب نہ چھپایا جائے	دیانت
طے شدہ قیمت و مدت کی پابندی	معاہدے کی پاسداری
سود و ممنوع اشیا کے معاملات سے پرہیز	حرام سے اجتناب
قرض دار سے نرمی و مہلت؛ کسی پر ظلم نہیں	حسنِ سلوک

مدینہ کی منڈی اور مسلم تاجر کی آزادی

نبوی دور کی منڈی کا نظام اس نقطۂ نظر کی عملی جھلک تھا۔ مدینہ میں مسلمانوں کے لیے الگ منڈی قائم ہوئی مگر یہ انحصاری اجارہ داری نہیں تھی؛ یہودی قبائل کی منڈیاں بھی موجود تھیں اور لوگ ضرورت کے مطابق ہر جگہ سے خریدتے تھے۔ غیر مسلم تاجروں کے قافلے مدینہ آتے اور مسلمان تاجر شام و یمن کا سفر کرتے تھے، جس سے سامان، کرنسی اور معلومات کا تبادلہ جاری رہتا تھا۔ ریاست کی مداخلت منڈی میں صرف اس حد تک تھی کہ دھوکا، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز نفع خوری روکی جائے اور ناپ تول کا نظام درست رہے۔ اس توازن سے یہ اصول نکلتا ہے کہ اسلام تجارت کو آزاد چھوڑتا ہے مگر اسے ضابطۂ اخلاق سے آزاد نہیں کرتا۔

یہ بھی نوٹ کرنا چاہیے کہ جنگی حالات اور پرامن حالات کا تجارتی حکم ایک جیسا نہیں سمجھا گیا؛ فقہاء نے اس فرق کو بھی بیان کیا ہے کہ دشمنِ متحارب کو جنگی طاقت بڑھانے والا سامان بیچنا اس عام تجارتی اجازت میں شامل نہیں جس کا ذکر پرامن معاشرتی معاملات میں ہوتا ہے۔ یہ نکتہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر جذبات پر نہیں بلکہ اصولی تفریق پر کھڑا ہے: شہری و تجارتی تعامل کی اجازت اور سلامتی سے متصادم معاملات کی ممانعت ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اس تفصیل میں بھی حتمی اطلاق اہلِ علم کی صوابدید پر ہے۔

نتیجہ

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق غیر مسلموں سے تجارتی معاملات نہ صرف جائز ہیں بلکہ نبوی دور سے اسلامی معاشروں کی مستقل روایت ہیں۔ اسلام کی لگائی ہوئی قیود مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ حرام کاروبار، دھوکے اور ظلم کی بنیاد پر ہیں، اور یہ قیود مسلمان و غیر مسلم دونوں کے ساتھ معاملے میں یکساں لاگو ہوتی ہیں۔ اسی توازن نے مسلمان تاجر کو دنیا بھر میں دیانت کی علامت بنایا اور تجارت کو قوموں کے درمیان پل کا درجہ دیا۔

سوال نمبر 5: اسلامی تعلیمات میں امان کا تصور اور اس کی اقسام (20 نمبر)

سوال نمبر 5: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امان کے تصور اور اقسام پر مضمون لکھیں۔ (20 نمبر)

تمہید و تعارف

امان اسلامی قانون و سیرت کی ان اصطلاحات میں سے ہے جنھوں نے انسانی جان کے تحفظ کو بین الاقوامی سطح پر ضابطے کی شکل دی۔ امان کے لغوی معنی امن و پناہ کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ ضمانت ہے جس کے ملنے کے بعد کسی غیر مسلم کی جان، مال اور عزت اسلامی ریاست یا مسلمان کے لیے قابلِ احترام ہو جاتی ہے اور اسے اپنے وطن تک محفوظ پہنچایا جانا لازم آتا ہے۔ اس مضمون میں امان کے تصور کی قرآنی و نبوی بنیاد، اس کی شرائط، اس کی معروف اقسام اور اس کے اثرات و عصری معنویت پر بحث کی جائے گی۔ یہ بحث تعلیمی ہے؛ موجودہ دور میں ویزا، پناہ یا سفارتی تحفظ جیسے معاملات پر شرعی حکم کا اطلاق اہلِ علم و مجاز حکام کا دائرہ ہے۔

امان کی قرآنی و نبوی بنیاد

امان کی سب سے واضح بنیاد سورۃ التوبہ میں ملتی ہے جہاں فرمایا گیا کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کے امن کی جگہ تک پہنچا دیا جائے (سورۃ التوبہ 9:6 کے مفہوم کا خلاصہ)۔ اس آیت کے مفہوم نے دو عظیم اصول قائم کیے: پناہ مانگنے والے دشمن کو بھی جان کا تحفظ دیا

جائے گا، اور یہ تحفظ اس وقت تک رہے گا جب تک وہ اپنی محفوظ جگہ نہ پہنچ جائے۔ اسی طرح احادیث میں یہ اصول نقل ہوا ہے کہ مسلمانوں کا دیا ہوا عہدِ امان سب مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے اور ادنیٰ ترین مسلمان کی دی ہوئی پناہ بھی سب کے لیے قابلِ احترام ہے، اس روایت کے مفاہیم سنن ابی داؤد وغیرہ میں آتے ہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دی گئی پناہ کی نبوی تصدیق بھی صحیح بخاری وغیرہ میں نقل ہے، جس سے فرد کی دی ہوئی امان کی شرعی حیثیت واضح ہوتی ہے (روایات کے مفاہیم بیان کیے گئے ہیں)۔

امان کی شرائط و حدود

فقہاء نے امان کے صحیح و مؤثر ہونے کے لیے چند شرائط بیان کی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ امان دینے والا بالغ و عاقل مسلمان ہو، کیونکہ پناہ ایک قانونی ذمے داری ہے۔ دوسری یہ کہ امان واضح ہو، خواہ زبانی ہو، تحریری ہو یا ایسا اشارہ و قرینہ جس سے پناہ دینا سمجھا جائے۔ تیسری یہ کہ امان کی آڑ میں جاری خیانت یا مسلمانوں کے خلاف واضح سازش کے لیے استعمال نہ ہو؛ اگر مستامن جاسوسی یا فساد میں ملوث ہو تو ریاست کو قانون کے مطابق کارروائی کا حق ہوتا ہے، جس کی تفصیل فقہاء نے اپنے اصولوں سے بیان کی ہے۔ چوتھی یہ کہ امان کی مدت کا احترام کیا جائے، اور مدت ختم ہونے پر مستامن کو باخبر کر کے محفوظ واپسی کا انتظام کیا جائے، غفلت میں اس کے خلاف کارروائی اسی امان کے تصور کے خلاف ہے۔

امان کی اقسام

فقہ و سیرت کی کتابوں میں امان کو کئی اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی تقسیم دینے والے کے اعتبار سے ہے: امانِ عام وہ پناہ ہے جو ریاست یا حکمران کی طرف سے کسی قوم، جماعت یا خطے کے لیے ہوتی ہے، جبکہ امانِ خاص وہ ہے جو کوئی عام مسلمان کسی فرد یا چند افراد کو دے، اور یہ امان بھی احادیث کی روشنی میں سب مسلمانوں پر لازم آتی ہے۔ دوسری تقسیم مدت کے اعتبار سے ہے: بعض امان موقت ہوتی ہے جو کسی مدت یا مقصد تک محدود ہو، اور مستامن اسی حیثیت سے رہتا ہے؛ جبکہ مستقل سکونت کی صورت ذمے کے معاہدے کی شکل اختیار کرتی ہے، جس میں غیر مسلم باشندہ اسلامی ریاست کی مستقل شہری حیثیت اختیار کرتا ہے اور اس کے حقوق و فرائض مستقل نظام کے تحت

آتے ہیں۔ تیسری تقسیم مقصد کے اعتبار سے ہے: تجارتی امان، سفارتی امان یعنی ایلچیوں کی پناہ، اور دینی غرض یعنی اسلام سننے و سمجھنے کے لیے آنے والے کی امان۔ ایلچیوں کی امان کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ سفیر کو قتل کرنا یا تنگ کرنا شدید مذمت کا باعث سمجھا گیا ہے۔

جدول: امان کی اقسام کا خلاصہ

مفہوم	قسم	اعتبار
ریاست یا حکمران کی طرف سے جماعت وخطے کے لیے	امانِ عام	دینے والا
عام مسلمان کی طرف سے فرد کو دی گئی پناہ	امانِ خاص	دینے والا
مدت یا مقصد تک محدود؛ حامل مستامن کہلاتا ہے	موقت امان	مدت
مستقل سکونت و شہری حیثیت کا مستقل نظام	معاہدۂ ذمہ	مستقل حیثیت
کاروبار، سفارت یا دین سمجھنے کی غرض سے پناہ	تجارتی / سفارتی / دعوتی	مقصد

امان کے اثرات اور عصری معنویت

امان کے نظام نے اسلامی تاریخ میں بڑے اثرات مرتب کیے۔ اس کی وجہ سے غیر مسلم تاجر، سفیر اور سیاح بغیر خوف اسلامی علاقوں میں آتے رہے، جس نے علم و تجارت کی ترقی میں کردار ادا کیا۔ اس نے جنگ کے ماحول میں بھی انسانی رابطے کا راستہ کھلا رکھا اور کئی دفعہ یہی امان بڑے معاہدوں کی تمہید بنی۔ جدید دور کے کئی محققین امان کو ویزا اور سیاسی پناہ کے نظاموں کی قدیم بنیادوں سے جوڑ کر دیکھتے ہیں، کیونکہ جدید قانون میں بھی داخلے کی اجازت پانے والا شخص ریاست کے تحفظ کا حق دار ہوتا ہے۔ البتہ دونوں نظاموں کے فرق کو بھی سمجھنا چاہیے: امان ایک دینی و اخلاقی ذمے داری کے طور پر دی جاتی تھی اور اس کی خلاف ورزی گناہ و خیانت شمار ہوتی تھی، یہی اس کی اخلاقی برتری تھی۔

نتیجہ

حاصلِ مضمون یہ ہے کہ امان کا تصور اسلام میں جان و مال کے تحفظ کی وہ ضمانت ہے جس کی بنیاد قرآن کریم کی صریح آیت اور نبوی عمل پر ہے۔ اس کی اقسام، عام و خاص، موقت و مستقل اور مختلف مقاصد کے اعتبار سے، اس نظام کی وسعت کو ظاہر کرتی ہیں۔ امان نے دشمنی کے زمانے میں بھی انسانی قدر کو بحال رکھا اور دنیا کو یہ اصول دیا کہ پناہ دینا طاقت کی نہیں بلکہ اخلاق کی علامت ہے۔ یہی تصور آج بھی بین الاقوامی انسانی قانون کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ سمجھا جاتا ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com